سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اجتماعی کفالت عامہ کا تصور: تجزیاتی مطالعہ

(The Concept of Collective Public Sponsorship in the Light of Sirat Tayyaba: An Analytical Study)

DOI: 10.5281/zenodo.12681178

**Dr. Farhat Naseem Alvi*
***Abdul Satar*
****Muhammad Faran*

Abstract

From the point of view of Islam, the issue of sustenance and livelihood of the people has been taken by Allah Almighty and the ruler as a resource is responsible for delivering to the people what Allah has taken responsibility to deliver to the people. However, those texts in which the issue of sustenance is entrusted to Allah, are lessons and instructions for the ruler that he should fulfill the duty of supporting the weak and poor people of the state; Whoever has authority over the servants, is responsible for fulfilling the rights of the servants and is responsible for them.

Keywords: *the issue of sustenance, responsibility, deliver.*

تمہید:

دین اسلام ایک مکمل دین ہے، جو بنی نوع انسان کی ہر معاملے میں مکمل اور احسن رہنمائی کرتا ہے ۔دنیائے کائنات میں پیدا ہونے والی ہر ذی روح چیز کے رزق اور معاش کی ذمہ داری خود مالک کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں حصول رزق کے لئے کسی قسم کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ مالک کائنات بلا تفریق سب کو حسب ضرورت بہم روزی پہنچاتے ہیں، اور کسی کو بھی اپنے حصہ کا رزق کھائے بغیر موت نہیں آئے گی۔اسلام نے نہ صرف انفرادی سطح پر کفالت عامہ کی تلقین اور حوصلہ افزائی کی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اسے ایک نظام کے طور پر متعارف کروایا۔ جس کی عملی تفسیر سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مواخاتِ مدینہ کی صورت میں ملتی ہے۔

....

**Chairperson Department of Islamic Studies UOS*
***PhD Scholar Department of Islamic Studies UOS*
****Visiting Lecturer Department of Islamic Studies UOS*

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور اسلامی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو سب سے پہلے جو مسئلہ درپیش تھا وہ مہاجر گھرانوں کی رہائش و خوراک کا تھا۔ کیونکہ مہاجرین اپنی ہر نوع کی منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ ریاست مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے پاس اس قدر وسائل نہیں تھے کہ ان مہاجرین کی آبادکاری، رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو ان کے حال پر چھوڑنے کی بجائے اہلِ مدینہ جو بعد میں انصار کہلائے مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرما کر اس مسئلہ کو نہ صرف مستقل طور پر حل کر دیا بلکہ ایک اسلامی ریاست میں اجتماعی سطح پر کفالت عامہ کا تصور بھی عملاً واضح کر دی، جو رہتی دنیا تک کے لئے ایک عظیم عملی نمونہ تھا، کہ کس طرح مسلمان ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنا نا صرف ایک ذمہ داری بلکہ اپنے لئے فرض عین سمجھتے تھے۔ جو معاشرتی تعمیر و ترقی میں ایک سنگ میل راہ ثابت ہوا۔ اور جس کی بدولت نا صرف مدینہ طیبہ امن وامان کا گہوارہ بن گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں ایک معاشی سپریم قوت کے طور پر جانا جاتا تھا۔

کفالت عامہ میں ریاست کی ذمہ داری

مہاجرین وانصار کے اس تعلق کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُوْلَـئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ[1].

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔"

انصار زراعت پیشہ اور زمینوں و باغات کے مالک تھے۔ اپنے ذاتی اثاثوں سے قدرتی محبت کے باوجود انہوں نے مہاجرین کو اپنے اثاثوں کی پیش کش کی

اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ [2].

یارسول اللہ!) آپ ہمارے اور مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغات تقسیم فرمادیں۔

الغرض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کی خوراک، روزگار، رہائش اور آبادکاری کا یوں ہنگامی طور پر انتظام فرمایا۔ انصار میں جن کے ایک سے زیادہ مکانات تھے انہوں نے وہ مہاجرین کو دے دیئے۔

باہمی معاشی تعاون میں افراد معاشرہ ایک دوسرے سے کس نوعیت کے تعلق میں منسلک ہیں، حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ[3]. تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ رزق کی فراہمی کی یہ ذمہ داری جو رب ذوالجلال نے اپنے ذمہ کرم پر لی۔ اسلامی ریاست کے اندر نیابت الٰہی میں اسلامی حکومت کی طرف سے انجام دی جائے گی۔

خلافت راشد میں کفالت عامہ کا تصور

قرآن وحدیث کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین نے اپنے دور خلافت میں اس ذمہ داری کا کمال احساس رکھا اور اسے پورا کرنے کیلئے مصروف کار رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ مَاتَ جَمَلٌ ضَيَاعًا عَلَى شَطِّ الْفُرَاتِ لَخَشِيتُ أَنْ يَسْأَلَنِي اللَّهُ عَنْهُ.[4]

"اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں بازپرس کرے گا۔"

اور دوسری روایت میں ہے:

لَوْ مَاتَتْ شَاةٌ عَلَى شَطِّ الْفُرَاتِ ضَائِعَةً لَظَنَنْتُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى سَائِلِي عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[5].

اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے جواب طلبی فرمائے گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال پر کچھ فقہا آپ کی اہلیہ کے پاس ان کی تعزیت کے لئے آئے۔ ان کے سامنے آپ کے اہلیہ نے بیان کیا:

وَاللّٰه مَا كَانَ بِأَكْثَرِكُمْ صَلَاةً وَلَا صِيَامًا، وَلَكِنْ وَاللّٰه مَا رَأَيْتُ عَبْدًا لِلّٰه كَانَ أَشَدَّ خَوْفًا لِلّٰه مِنْ عُمَرَ. كَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ فَرَّغَ بَدَنَهُ وَنَفْسَهُ لِلنَّاسِ؛ فَكَانَ يَقْعُدُ لِحَوَائِجِهِمْ يَوْمَهُ فَإِذَا أَمْسَى -وَعَلَيْهِ بَقِيَّةٌ مِنْ حَوَائِجِهِمْ- وَصَلَهُ بِلَيْلَتِهِ؛ فَأَمْسَى يَوْمًا وَقَدْ فَرَغَ مِنْ حَوَائِجِهِمْ فَدَعَا بِمِصْبَاحٍ قَدْ كَانَ يَسْتَصْبِحُ بِهِ مِنْ مَالِهِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْعَى وَاضِعًا يَدَهُ تَحْتَ ذَقْنِهِ تَسِيلُ دُمُوعُهُ عَلَى خَدِّهِ، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى بَرِقَ الْفَجْرُ فَأَصْبَحَ صَائِمًا.

فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لِشَيْءٍ مَا كَانَ مِنْكَ مَا رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: أَجَلْ، إِنِّي قَدْ وَجَدْتُنِي وُلِّيتُ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَسْوَدِهَا وَأَحْمَرِهَا فَذَكَرْتُ الْغَرِيبَ الْقَانِعَ الضَّائِعَ، وَالْفَقِيرَ الْمُحْتَاجَ، وَالْأَسِيرَ الْمَقْهُورَ وَأَشْبَاهَهُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ؛ فَعَلِمْتُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى سَائِلِي عَنْهُمْ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجِيجِي فِيهِمْ؛ فَخِفْتُ أَنْ لَا يَثْبُتَ لِي عِنْدَ اللّٰه عُذْرٌ، وَلَا يَقُومُ لِي مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةٌ، فَخِفْتُ عَلَى نَفْسِي. وَوَاللّٰه إِنْ كَانَ عُمَرُ لَيَكُونُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يَنْتَهِي إِلَيْهِ سُرُورُ الرَّجُلِ مَعَ أَهْلِهِ فَيَذْكُرُ الشَّيْءَ مِنْ أَمْرِ اللّٰه؛ فَيَضْطَرِبُ كَمَا يَضْطَرِبُ الْعُصْفُورُ قَدْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ، ثُمَّ يَرْتَفِعُ بُكَاؤُهُ حَتَّى أَطْرَحَ اللِّحَافَ عَنِّي وَعَنْهُ رَحْمَةً لَهُ، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰه لَوَدِدْتُ لَوْ كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ هَذِهِ الْإِمَارَةِ بُعْدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقَيْنِ.[6]

فقہاء کی جماعت کے پوچھنے پر آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ نے آپ کے حالات کو اس طرح بیان فرمایا:) بخدا وہ تم میں سے کسی سے بھی زیادہ نمازیں پڑھنے والے اور روزے رکھنے والے نہیں تھے لیکن اللہ کی قسم میں نے کسی بندہ خدا کو عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنے جسم اور ذات کو لوگوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ دن بھر لوگوں کی حاجات کے لئے بیٹھے رہتے اگر دن گزر جاتا اور ابھی لوگوں کے کام باقی رہ جاتے تو وہ رات میں بھی لگے رہتے۔ ایک دن یوں ہوا کہ لوگوں کی حاجات سے دن ہی دن میں فارغ ہو گئے تو شام کو ایک چراغ منگوایا جسے وہ اپنے ذاتی تیل سے جلاتے تھے پھر انہوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس حال میں سیدھے بیٹھے رہے کہ آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر بہتی رہیں اور ساری رات یوں ہی بیٹھے روتے رہے۔ حتیٰ کہ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو انہوں نے روزے کی نیت کر لی میں نے پوچھا: امیر المومنین آپ کس وجہ سے یوں بیٹھے روتے رہے؟ انہوں نے کہا ہاں میرا حال یہ ہے کہ میں تمام اُمتِ مسلمہ کے سرخ و سفید کا والی بنایا گیا ہوں۔ مجھے ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے مساکین، فقرائ، محتاج قیدیوں اور ان جیسے مظلوم و مقہور لوگوں کی یاد آئی تو مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے معاملے میں مجھ سے ضرور جھگڑا فرمانے والے ہوں گے تو میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اس وقت اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ چل سکے گا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں کوئی حجت پیش کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر میں ڈر گیا اور رونے لگ گیا۔ (اس کے بعد ان کی اہلیہ نے کہا:) اللہ کی قسم! حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بعض اوقات اپنے گھر میں ہوتے جس میں عام آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہے اور اس دوران انہیں اللہ کی پیشی یاد آجاتی تو وہ مضطرب ہو جاتے جس طرح چڑیا مضطرب ہوتی ہے جسے پانی میں گرا دیا گیا ہو۔ پھر اتنی بلند آواز سے آہ و بکا کرتے کہ میں ان پر رحم کرتے ہوئے اپنے سے اور ان سے لحاف ہٹا دیتی۔ پھر فاطمہ نے کہا: اللہ کی قسم میں اس وقت چاہتی کہ کاش ہمارے درمیان اور اس خلافت و امارت کے درمیان زمین و آسمان کی دوری ہوتی۔"

رعیت کی ذمہ داری کا یہی وہ احساس تھا کہ خلفائے راشدین کے دور میں خلفاء اور عوام کے مابین کوئی دیوار کھڑی نہ کی گئی کہ رعایا کو اپنے کسی حق کی طلب میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں والی کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا اور اس میں پھاٹک لگوایا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلم کو بھیج کر اسے آگ لگوا دی۔[7]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم حکمرانوں کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا:

1. مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقْرِهِ[8].

"جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔"

اس حدیث پاک میں ''فقر'' غذا، لباس، مکان اور علاج جیسی بنیادی ضرورتوں کا احاطہ کرتا ہے جبکہ ''حاجۃ'' میں زندگی کی دیگر بنیادی ضروریات آگئی ہیں۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

2. مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ إِلَّا أَغْلَقَ اللَّهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ وَحَاجَتِهِ وَمَسْكَنَتِهِ[9].

''جو امام ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، غربت اور محتاجی کے وقت اُس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

3. كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[10]

''آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک آدمی نگران ہے اور (روز قیامت) اس سے اس کی رعیت (ماتحت لوگوں) کے بارے میں باز پرس کی جائے گی تو (اس طرح) لوگوں پر امیر یا حکمران بھی ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

تصور کفالت اور حکومتی فرائض

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امارت (حکومت) کا سوال کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْتَ ضَعِيفٌ وَهِيَ أَمَانَةٌ وَهِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى مَا عَلَيْهِ فِيهَا [11].

اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ (امارت و حکومت) ایک بہت بڑی امانت اور بروز قیامت (امیر کیلئے) رسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔ البتہ (اس شخص کیلئے رسوائی نہیں ہو گی) جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ اختیار کیا اور امارت و حکومت میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس کو صحیح معنوں میں ادا کیا۔ یعنی شریعتِ اسلامیہ میں امارت و سیادت کے منصب پر فائز شخصیت اپنی رعیت کی کفالت سے بری الذمہ کسی صورت بھی قرار نہیں دی جا سکتی۔ خلافت کی تعریف کرتے ہوئے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن سلمان قال : إنّ الخليفة هو الّذي يقضي بكتاب الله ويشفق على الرعية شفقة الرّجل على أهله فقال كعب الأحبار : صدق[12].

"حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل و عیال پر شفقت کرتا ہے۔ یہ سن کر کعب الاحبار نے کہا: سلیمان نے سچ کہا۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"والی حکومت رعایا کا ایسا راعی ہے جس طرح گڈریا بکریوں کی رکھوالی کرتا ہے۔[13]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ، وَيَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ [14].

جو آدمی مسلمانوں کے معاملے (حکومت) کا نگران بنے پھر ان کی بہتری کے لئے کوشش کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"

.مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ[15].

جس بندے کو رب ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا۔ پھر اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ (حکمران) جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ[16].

"جس بندے کو رب ذوالجلال نے کسی رعایا کا حکمران بنایا تو وہ اس حال میں مرتا ہے کہ قوم کا خیر خواہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔"

منصف اور عادل حکمران کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا[17].

بے شک انصاف کرنے والے (حکام و امراء) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر اس کے داہنے ہاتھ پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلہ میں اپنے لوگوں میں اور اپنے زیر حکومت اُمور میں عادل ہیں۔

"السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لا وَلِيَّ لَهُ [18].

"حکمران (یا حکومت) ہر اس آدمی کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔"

اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ یہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام اور ان کی کفالت کا اہتمام کرے اور اس کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لائے جائیں بقول امام ابن حزم:

ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کرے اگر زکوۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا ان (اہل حاجت) کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں۔ اور اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔[19]"

امام جصاص سورہ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قصّ الله تعالٰی علینا من قصة یوسف وحفظه للأطعمة في سنی الجدب وقسمته علی النّاس بقدر الحاجة دلالة علی أن علی الائمة في کُلِّ عَصرٍ أَنْ یَفْعَلُوا مِثْلَ ذَلِكَ إذا علموا هَلَاكَ النّاسِ مِنْ الْقَحْطِ[20].

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت یوسفؑ کا جو قصہ سنایا ہے اور ان کے بارے میں قحط کے زمانے میں غذائی اشیاء کو محفوظ کر کے انسانوں میں بقدر ضرورت تقسیم کرنے کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ جب ان کو اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہو جائیں گے تو ایسا ہی طریقہ اختیار کریں۔"

بحیثیت سربراہ مملکت اسی احساس ذمہ داری کا مظاہرہ ہمیں خلفائے راشدین کے ہاں ملتا ہے۔ جنہوں نے اپنی سرکاری و حکومتی حیثیت کو ہمیشہ ایک امانت کی حیثیت دی اور عملاً بھی اس کا مظاہرہ کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال پوچھا" مجھے خلیفہ ہونے سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے۔ حساب کر کے بتایا گیا کہ چھ ہزار درہم آپ نے حکم دیا کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے یہ روپیہ بیت المال میں جمع کروا دیا جائے۔ پھر فرمایا کہ اس دوران میرے مال میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ:

1۔ ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ 2۔ ایک اونٹنی جس پر پانی لایا جاتا ہے۔ 3 ۔ایک چادر جو چند درھم مالیت کی تھی۔

آپ نے حکم فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل میں یہ چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے ابو بکر لقد اتعب من بعده[21] . آپ اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت دشوار کر گئے ہیں۔"

یہی عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔بطور امیر المومنین اپنی سرکاری حیثیت کا تعارف آپ نے یوں کروایا:

ألا اخبرکم بما استحل من مال اللہ؟ حلتین : حلة الشتاء والقيظ وما أحج عليه واعتمر من الظهر وقوت أهلي كرجل من قريش ليس بأغناهم ولا بأفقرهم ثم أنا رجل من المسلمين يصيبني ما يصيبهم□□.

کیا میں تمھیں بتانہ دوں کہ اللہ کے مال (بیت المال) میں سے میرے لئے کیا حلال (جائز) ہے؟ میرے لئے بیت المال میں سے دو جوڑے کپڑے ایک سردی کیلئے اور ایک گرمی کے لئے حج و عمرہ کے لئے ایک سواری اور ایک متوسط درجہ کے قریشی آدمی کے معیار کے مطابق اپنے اہل و عیال کی گزر بسر کے لئے خرچ حلال ہے۔اس کے بعد بیت المال میں سے جو عام آدمی کو ملے،وہی مجھے ملے گا۔"

عامۃالناس کی کفالت کا آپؓ کو کس حد تک احساس تھا اس کا اندازہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

لَئِنْ بَقِيتُ لَيَبْلُغَنَّ الرَّاعِي بِصَنْعَاءَ نَصِيبُهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ[23].

اگر میں زندہ رہا تو اس مال فے میں سے (ہر مسلمان حتیٰ کہ) صنعاء (یمن) میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ حق پہنچے گا(یعنی لوگوں کو اپنے حقوق کے لئے سرکاری عمال کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا)۔"

ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ بَقِيتُ لَأَرَامِلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَأَدَعَنَّهُمْ لَا يَفْتَقِرُونَ إِلَى أَمِيرٍ بعدِي.[24].

بخدا اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیوگان کو اتنا خوشحال کر دوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی۔"

ایک موقع پر خطبے میں ارشاد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَلَّفَنِي أَنْ أَصْرِفَ عَنْهُ الدُّعَاءَ.[25].

"لوگو! اللہ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور جانے والی دعاؤں کو کم کروں (یعنی لوگوں کی معاشی مشکلات کو کم کروں)۔"

ایک موقع پر فرمایا:

وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي؛ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَنِي لَهُ خَازِنًا وَقَاسِمًا[26].

"اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے اپنے مال کا خزانچی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔"

اسی نوعیت کا طرزِ معیشت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی نظر آتا ہے۔ہارون ابن عنترہ نے اپنے باپ سے آپ کے بارے میں روایت کی ہے:

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔جاڑے کا موسم تھا اور ان کے بدن پر صرف ایک پھٹا پرانا قطیفہ (مخملی لبادہ) تھا

جس میں آپ رضی اللہ عنہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: امیر المومنین اللہ نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے لئے اس حال میں کچھ حق مقرر کیا ہے اور آپ اپنے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إنّي والله، ما أرزأكم شيئا، وما هي إلّا قطيفتي الّتي أخرجتها من المدينة[27].

واللہ میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ یہ میرا وہی قطیفہ ہے جسے میں مدینہ سے لایا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے وقت اس حقیقت سے ناآشنا رہے ہوں کہ دین اس سے بہت زیادہ کی اجازت دیتا ہے۔ وہ یہ ضروری نہیں قرار دیتا کہ اپنے آپ کو ہر طرح کی آسائش سے محروم رکھ کر روکھے سوکھے اور موٹے جھوٹے پر قناعت کرتے ہوئے ایک زاہدانہ زندگی گزار دی جائے۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت بھی مسلمانوں کے ایک عام فرد کی حیثیت سے بیت المال سے ان کا حصہ اس سے کئی گنا زیادہ تھا جو وہ لے رہے تھے۔ نیز یہ بھی کہ بحیثیت ایک حاکم کے جو عوام کی خدمت کے لئے وقف ہو ان کا حصہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ چاہتے تو اتنا لے سکتے تھے۔ جتنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض ممالک کے والیوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا والی بنایا تو ان کے اور ان کے معاونین کے لئے چھ سو درہم ماہانہ مقرر کئے۔ عام افراد کی طرح جو عطاء ان کے حصہ میں آتی تھی وہ علیحدہ تھی۔ نیز روزانہ آدھی بکری اور آدھی بوری آٹا دیا جاتا تھا۔ اس طرح آپ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں لوگوں کی تعلیم اور بیت المال کی نگرانی پر مامور کیا تو سو درہم ماہانہ اور چوتھائی بکری روزانہ مقرر کیا۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے لئے اس سالانہ عطا کے علاوہ جو پانچ ہزار درہم کے بقدر تھی چوتھائی بکری روزانہ اور ڈیڑھ سو درہم ماہانہ مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ جو کچھ کیا وہ ان باتوں سے ناواقف نہیں تھے۔ دراصل وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ حاکم نمونہ بنتا ہے اور اس پر شک کی بھی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ چونکہ خزانہ عام ان کے تحت ہوتا ہے لہذا اس پر اس میں خرد برد کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے والیوں اور اپنے عام رعایا کے لئے احتیاط و پرہیزگاری کا نمونہ بنتا ہے۔ چنانچہ آپ ؓنے اپنے نفس کو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے طریقوں کا پابند بنایا۔ جو لوگ اللہ کے دین میں رسول اللہ کے نائب مقرر ہوتے تھے ان کے لئے یہ اونچا معیار ہی موزوں تھا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی اسے آپ رضی اللہ عنہ نے بیعتِ خلافت کے بعد اپنے خطبہ میں یوں بیان فرمایا:

إلا أن أكون عليكم ألا وإنه ليس لي أمر دونكم إلا أن مفاتيح مالكم معي ألا وإنه ليس لي أن آخذ منه

درهمًا دونكم رضيتم[28].

لوگو! میں صرف ایک شرط پر تمہارا خلیفہ بنوں گا کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں تمھاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔

بحث کا تجزیہ:

اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام اور ان کی کفالت کا اہتمام کرے اور اس کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لائے جائیں۔ ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کرے، اگر زکوۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا ان (اہل حاجت) کے لئے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں۔ اور اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش' گرمی' دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔ مطالعہ سیرت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے معاشرتی استحکام کے لئے ریاست مدینہ میں ایک منظم اور خوبصورت معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں ہر شخص کے لئے بقدر ضرورت اس کی غذائی ضروریات کا خیال رکھا گیا۔ اسی طرح خلافت راشدہ کی مثالیں بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ خلفائے راشدین کس طرح اپنی رعایا کا نا صرف خیال رکھتے تھے بلکہ ان کے حقوق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے اور معافی تک مانگتے رہتے تھے۔ انسان تو انسان جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہاں تک فرماتے کہ فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر گیا تو اے عمر! روزِ قیامت تجھ سے سوال کیا جائے گا۔ اگر حکمران سے اس کی حکومت میں ایک جانور کے بارے میں سال ہو گا تو رعایا کے انسانوں کا معاملہ کس قدر بھیانک اور حساس ہو گا۔ یہی وجہ ہے جناب نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اسی لئے فرمایا تھا، جب انہوں نے امارت میں کسی عہدہ کا مطالبہ کیا تھا: "اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ (امارت و حکومت) ایک بہت بڑی امانت اور بروز قیامت (امیر کیلئے) رسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔ البتہ (اس شخص کیلئے رسوائی نہیں ہو گی) جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ اختیار کیا اور امارت و حکومت میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس کو صحیح معنوں میں ادا کیا۔" یعنی شریعتِ اسلامیہ میں امارت و سیادت کے منصب پر فائز شخصیت اپنی رعیت کی کفالت سے بری الذمہ کسی صورت بھی قرار نہیں دی جا سکتی۔

حواشی

[1] Al-Anfal, 8: 72
[2] Bukhari, Sahih, Muhammad Bin Ismail, 2: 819, Amount: 2200
[3] Tabarani, Abu al-Qasim Sulaiman bin Ahmad, Al-Maajim al-Awsat (Riyadh, Saudi Arabia: Maktab al-Maarif, 1405 AH / 1985) Amount: 5542.
[4]Ibn Sa'd, Tabaqat al-Kubra, 3:305.
[5] Abu Na'im, Ahmad bin Abdullah bin Ahmad bin Ishaq, Haliyat al-Awaliya and Tabaqat al-Asafia (Beirut, Lebanon: Dar al-Kitab al-Arabi, 1400 AH / 1980 AD).
[6] Abu Yusuf, Kitab al-Kharaj: 17, 18.
[7] Ahmad bin Hanbal, al-Masnad, 1:54
[8] Abu Dawud, Al-Sunan, 3: 135, Number: 2948
[9] Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Al-Sunan, 3: 619, Number: 1332.
[10] Al-Bukhari, Al-Sahih, 6: 2611, Amount: 6719.
[11] Abu Yusuf, Kitab al-Kharaj: 90
[12] Abu Ubaid, Kitab Al-Mafal: 13, Money: 12
[13] Ibn Taymiyyah, Al-Siyasat al-Shari'ah in the Reformation of Al-Rai and Al-Rai: 17
[14] Muslim, Sahih, 1: 126, Number: 142
[15] Al-Bukhari, Al-Sahih, 6: 2614, Amount: 6731.
[16] Muslim, Sahih, 1: 125, Number: 142.
[17] Muslim, Sahih, 3: 1458, Issue: 1827.
[18] At-Tirmidhi, 3 : 407, Amount : 110
[19]-Ibn Hazm, al-Mahli, 6:156.
[20] Jisas, Ahmad bin Ali al-Razi Abu Bakr, Ahkam al-Qur'an (Beirut, Lebanon: Dar Ihya al-Tarath, 1405 AH) 3: 176.
[21] Ibn Sa'd, Tabaqat al-Kubri, 3: 192.193.
[22] Abu Ubaid, Kitab Al-Mafal: 249, Amount: 661.
[23] Abu Yusuf, Kitab al-Kharaj: 25.
[24] Abu Yusuf, Kitab al-Kharaj: 40.
[25] Salmi, Abu Muhammad Izz al-Din Abd al-Aziz bin Abd al-Salam, (Beirut, Lebanon: Al-Rayyan Institute, 1419 AH / 1998) 133.
[26] Ibn Abi Shaiba, Al-Musnaf, 6: 457, Amount: 32896.
[27] Abu Obaidah, Kitab Al-Mafal: 251, Amount: 671.
[28] Al-Tabari, History of the Nations and the World, 2: 697.